بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہمارے عزیز وطن میں جو احیائے اسلام کے لیے وقف ہے، بیرونی اور اندرونی شرپسندوں نے مل جل کر اخلاقی تباہی کی ایسی مہم چند برس سے چلا رکھی ہے کہ جس کا آج کے جمہوری دور میں تو موسم بہار ہے۔ ہماری اخلاقی تباہی سے عظیم ترین مقصد تو یہ ہے کہ اس قوم کو "اسلام" اور "اسلامی نظام" اور "قانونِ شریعت" سے بچایا جائے ضمناً یہ مطلب خود ہی حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ "احساسِ اسلامیت" کے مضبوط خول سے نکل کر ملحدانہ تہذیب اور مادہ پرستانہ نظریوں کے لیے سستا شکار بن جائے۔ ایک بار اس کی ایمانی خودی یا "ملّی انا" مٹ جائے تو پھر یہ یہودیوں سے بھی پیار کر سکتی ہے اور بھارت سے یارانہ گانٹھ سکتی ہے، اور امریکہ اور روس کے قلادے بھی شوق سے زینتِ گردن کر سکتی ہے۔

اس اخلاقی تباہی میں تھوڑی سی مدت میں جو خوفناک اضافہ ہوا ہے، ویسا شاید کسی ملحد و کافر قوم میں ہو تو حکام اور دانشوروں اور سیاست کاروں کو چونکا دے۔

کل کے نوائے وقت میں ایک ہی دن صرف ناموسِ خواتین کے متعلق دردناک زیادتیوں کی جو خبریں ملیں ان پر تڑپنے والا ہر دل اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسی کتنی اور وارداتیں عدالتوں یا اخباروں کے دائرے سے باہر ہوتی ہوں گی — اور روز ہوتی ہوں گی۔ پھر دوسرے جرائم تو اور بھی بے حساب ہیں۔

ذرا خبروں کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ سلمیٰ بی بی کو ریمانڈ کے دوران تھانے کی حوالات سے انسپکٹر ثاقب کے گھر لے جا کر شیطنیت کا نشانہ بنانے کا الزام۔ سلمیٰ بی بی کے والد عبدالحمید کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ کے روبرو رٹ! (امیتہ اخباری رپورٹ)

۲۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم سے حفیظاں بی بی کے خوفناک الزامات کی باضابطہ انکوائری پر ڈی۔ ایس۔ پی کرائمز برانچ لاہور چوہدری محمد حسین کو مامور کیا گیا ہے۔ (اخباری رپورٹ)

حفیظاں بی بی کا بیان ہے کہ رات کے وقت انسپکٹر سیدوالا دیوار پھلانگ کر اندر آیا اور اُسے زدوکوب کرتے ہوئے چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹ کر بازار میں لایا اور کار میں بٹھا کر دس سالہ لڑکی کوثر سمیت تھانہ میں لے گیا، وہاں محمد منشا کے خلاف زنا کا مقدمہ بنوانے کے لیے بیان دینے کو کہا گیا۔ اس کے انکار پر اُسے ننگا کر کے پیٹا گیا اور اس کے مخالف سپاہی سے "زبردستی" کرائی گئی ...... دس سالہ بچی نے والدہ کو چھڑانے کے لیے منت سماجت کی تو اُس کو "ٹھڈے" مارے گئے۔ (امیتہ رپورٹ)

۳۔ مسماۃ کوثر پروین کالونی چک لالہ (راولپنڈی) سے ایک فوتیدگی کی اطلاع پر چکوال جانے کے لیے گھر سے سواری پر نکلی۔ ملزمان نے اس عورت اور اس کی دونوں لڑکیوں اور بچوں کو اپنی کار میں بٹھا لیا۔ جہلم روڈ کے قریب ضلع کچہری کے عقب میں وہ انہیں ایک ہوٹل میں لے گئے۔ بعدازاں ماں اور دونوں بچیوں کو الگ کمرے میں بند کر دیا۔ اور شراب کی بوتلیں کھول کر دونوں لڑکیوں کے ساتھ رات بھر شیطنیت میں محو رہے۔ بعد میں ملزمان گرفتار کر لیے گئے۔ اور گاڑیوں کے نمبر بھی نوٹ کر لیے گئے۔

۴۔ افسوس ناک بدسلوکی کی ایک خبر فلمی اداکارہ ندیمہ کے متعلق ہے کہ اس کے ساتھ اور اس کے ماموں زاد بھائی کے ساتھ تھانہ (اچھرہ) میں ہتک آمیز سلوک کرنے پر آئی جی پنجاب کے زیر ہدایت ایس ایچ او اچھرہ کو لائن حاضر کر دیا گیا ہے اور دو کانسٹیبلوں کو معطل کر دیا ہے، اور ایس پی کینٹ کو اس واقعہ کی تحقیقات ۱۵ دن کے اندر کر کے رپورٹ دینے کا حکم دیا ہے اور سختی سے ہدایت کی ہے کہ عورتوں

کو تھانے میں لے جانے یا رکھنے کے معاملے میں انتہائی احتیاط کی جائے۔[1]

۵۔ یہ خبر خواتین سے متعلق نہیں، مگر اسی سلسلۂ جرائم کی ایک کڑی ہے جس میں مجرم لوگ ماؤں کو اذیت دینے اور بچوں کی زندگیاں تباہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ شاہدرہ کی نواحی بستی میں سے دو سکوٹر سوار بردہ فروشوں نے دو بچوں کو مٹھائی دے کر اغوا کر لیا۔ مبینہ طور پر ایک عورت اس میں شریک ہے۔

اس طوفانِ جرائم کو روکنے کی بھاری ذمہ داری حکومت اور عہدہ دارانِ حکومت

---

[1] دوسرے روز مبینہ طور پر جو تفصیلات اس واقعہ کی سامنے آئی ہیں وہ اتنی دردناک ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بھائی بے ہوش پڑا ہے اور بہن روئے جا رہی ہے۔ کوئی کچھ بتا نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شریف آدمی کو آج معاشرے میں ننگا کر دیا ہے اور چوراہوں میں بن مانس اس کی پٹائی کر رہے ہیں۔

چاہیے کہ ایسے واقعات پر سیاسی لیڈر اور علمائے کرام اور بڑے بڑے اخبار نویس اور وزراء اور ممبرانِ اسمبلی خود جائیں اور حالات معلوم کر کے اگر بات درست نکلے تو سخت نوٹس لیں۔ خواتین کی تنظیموں کو بھی وفود بھیجنے چاہئیں۔ پھر یہ لوگ ججوں سے اور آئی، جی پولیس سے ملیں اور تھانہ کے "ملزمین" کے رشتہ داروں (اور والدین) تک محلوں اور گاؤں میں جا کر ظلم کی ایسی داستانوں کی معلومات پہنچائیں۔ نیز ایسے قوانین بننے چاہئیں کہ کسی عورت کو تھانے میں نہ لے جایا جا سکے۔ اور تفتیشی کارروائی کسی فوجی یا عدلیہ کے افسر کے روبرو ہونی چاہیے۔ کسی شخص کے چہرے اور اس کے دماغ، دل، گردے، جگر، تلی، آنتوں یا اعضائے مخفی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں ملازمت سے برطرفی کے ساتھ ساتھ سرکاری سزا بھی دی جائے اور مظلوم کو تاوان بھی دلوایا جائے۔ ورنہ ایسے واقعات روز ہوتے رہیں گے اور اخباری شور کے بعد ہر قصہ رفت گذشت ہو جائے گا۔

اور اعضائے حکومت پر ہے۔ مگر حکومت کی چونکہ توجہ ہی دوسرے امور پر ہے اور زندگی کے متعلق بنے لوگوں کے نظریات ہی اور ہیں۔ لہٰذا سرکاری اثرات ایسے کاموں کے فروغ کا باعث ہیں، جو اسلام میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ اور کئی ایسے کاموں کی مخالفت ہو رہی ہے جو اسلام میں مطلوب ہیں۔

خصوصاً یہاں جو مجموعی ماحول بنایا جا رہا ہے وہ سفلی جذبات کو اکسانے والا اور جنسی ہیجانات کی آگ کو بھڑکانے والا ہے۔ دوسری طرف اس وبا کے حملے کا شکار جو غریب مخلوق ہوتی ہے اس کے لیے انتظاماتِ حفاظت موجود نہیں ہیں کہ ایک شہری جان مال آبرو کے متعلق پورا اطمینان رکھتا ہو کہ میں نے اگر ووٹ دیئے ہیں اور ٹیکس دیتا ہوں تو مجھے "اسلامی ریاست کی سرپرستی" میں "امن" حاصل ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے یہاں تو خوف ہی خوف ہے۔ مجرموں کا بھی خوف، پولیس کا بھی خوف۔ حکومتوں کا بھی خوف۔

جمہوریت کے جس پیڑ پر آم لگنے کی توقع لوگ باندھ رہے تھے۔ اس پر اب بلکائن اور اندرائن کے کڑوے پھل اور بھٹوہڑ اور کیکروں کے نکیلے کانٹے لگ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سابق گیارہ سالوں کی غلطیوں کی وجہ سے ہے۔ آخر اس سے پہلے سالوں کی بھی غلطیاں ہیں۔ اس سے پہلے کے ۳۰ سال کی ان غلطیوں کے زہریلے ریشے ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ آج کی غلطیوں کو چھپانے کا یہ ایک اچھا فارمولا ہے کہ اپنے جذبۂ انتقام کے مطابق ایک دَور کی پچھلی غلطیوں کی طرف توجہ موڑ دی جائے۔

سوال یہ ہے کہ بہ حیثیت چارہ گر جمہوریت نے آکر مریض کے حالات کو کتنا بہتر بنایا اور خوف اور ظلم اور فحاشی اور محرومی اور لپستِ اخلاقی کا کس درجہ استیصال کیا۔

اگر لادین مغربی جمہوریت کے تھنوں میں دودھ نہیں تو پھر ہم سے جمہوریت کی دیوی کی پوجا کیوں کراتے ہو؟

اس صورتِ حالات کا کوئی مداوا اسلام کے علاوہ نہیں ہے۔ اسلام جب تک

نظامِ حکومت و تعلیم و سماجی ماحول پر پوری طرح اثر انداز نہیں ہوتا، خدا کے نیک بندے اگر بستی بستی، محلے محلے میں ایک ایک فرد کو ایمان و اخلاق کا درس دینا شروع کر دیں، انہیں نماز اور قرآن سے وابستہ کریں، خدا اور رسول سے ان کا تعلق قائم کریں۔ ان کو منظم کریں، محلے کے محلے اور گاؤں کے گاؤں نیکی کے علمبردار اور برائی کے دشمن بن جائیں۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ہم خیالوں کی تعداد بڑھاتے جائیں تو یہاں نیکی کا لشکر اتنا مضبوط ہو سکتا ہے کہ نہ کسی عورت پر اس طرح ظلم ہو، نہ بچوں کو اغوا کیا جا سکے۔ لوگ توحید پر قائم ہو جائیں، خدا کی عبادت کریں، حرام سے اجتناب کریں، ظلم کرنا چھوڑ دیں، اتفاق اور اتحاد سے رہیں اور اپنے آپ کو خدا کی فوج کا سپاہی، رسول اللہ ﷺ کا مجاہد اور نیکی کا علمبردار سمجھیں تو برائی کی کوئی قوت ان کے آگے ٹھہر نہیں سکتی[1]

ایسے لوگ جب پولیس میں بھی پہنچیں گے، فوج میں بھی پہنچیں گے، دفتروں میں بھی پہنچیں گے انتخابات میں بھی ابھریں گے، پارلیمان میں بھی آواز اٹھائیں گے تو حالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی تو آئے گی۔

---

[1] شیطان جو پاکستان میں بہت سرگرم ہے، اُس نے مخالفتِ رسول ﷺ کا یہ تازہ فتنہ کھڑا کیا ہے کہ مردوں عورتوں کے مخلوط کھیل ہوں، اور سب تماشائی دیکھیں اور جیسی تنگ لباسی کسی ملک کی عورتیں چاہیں، اختیار کریں۔ اوپر ذکر کردہ واقعات کی مظلوم خواتین کو ہم توجہ دلائیں گے کہ یہی مخلوط تفریحی محفلیں اور یہی بے لباسی اور فحاشی، جبری بدکاری کے طوفان کو بڑھا رہی ہیں۔ یہ نئی زنانہ تحریک بھی تمہاری تباہی کی ذمہ داری میں شریک ہے، جس نے شرافت و حیا کے ہر اسلامی تقاضے کو ملّا کی شرارت قرار دے کر دین کا مذاق اُڑایا ہے۔ کیا اس قوم کے دینی، سیاسی رہنماؤں اور شرفا میں کچھ بھی دینی حمیت ہے کہ وہ ایسے فتنوں کی روک تھام کریں۔ پاکستان اس طرح کی رنگ رلیاں منانے کے لیے نہیں بنایا گیا تھا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ

اس کام کے لیے نقیبانِ خدا اور داعیانِ حق کی ضرورت ہے جو حُسنِ کلام اور حُسنِ اخلاق کے ساتھ سماج کی بہترین قوتوں کو اپنے گرد سمیٹیں اور پھر مل جل کر وہ پاکیزہ اسلامی جمہوریت قائم کریں، جس کا فارمولا ہے: "خدا کے بندوں پر خدا کی حکومت، خدا کے قانون کے مطابق، خدا کے نیک بندوں کے ذریعے!"

یہ کام صرف تنہا جماعتِ اسلامی کا نہیں، بلکہ پوری ملّتِ اسلامیہ کا ہے، ہر شریف آدمی، ہر مذہب پسند آدمی، ہر محبِ پاکستان آدمی کو اس میں سچے دل سے قولاً بھی اور عملاً بھی شریک ہونا چاہیے۔

ورنہ خوف ناک تباہی کے خطرے کے سگنل مِل رہے ہیں۔

---

(۲)

وفاقی شرعی عدالت کا ایک انقلاب آفرین فیصلہ سامنے آیا ہے جس کے تحت عدالت نے انتخابی قوانین وضوابط میں بعض تبدیلیوں کا حکم دے کر اور بعض مثبت اُمور کو لازم کر کے اسلامی اُصولِ انتخاب کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔ مبارک! صد مبارک!

دستور میں اُمیدوار (یعنی نامزد نمائندہ عوام) کے لیے جو لازمی شرائط اور جو وجوہِ نااہلیت اسلامی بنیادوں پر مختلف دفعات کے تحت ثبت تھیں، انتخابی مشینری اور قانون صریحاً ان کے خلاف جا رہے تھے۔ اس غلط صورتِ حال کو کتاب وسنّت کے خلاف قرار دے کر وفاقی شرعی عدالت نے پہلی بار اپنے نمائندوں کو چُننے والے ووٹروں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مجوزہ نمائندوں کی درخواستوں کے آنے پر، نیز بعد کے سارے دَور میں کسی بھی وقت یہ دعویٰ دائر کر سکتے ہیں کہ فلاں فلاں نظریاتی، اعتقادی، اخلاقی، معاشی سماجی وجوہ سے فلاں شخص کو مرتبۂ نمائندگی سے محروم کیا جائے۔ نیز عدالت نے اپنے فیصلے میں یہ بھی ہدایت کی ہے کہ "اُمیدوار" یا نامزد نمائندے کو انتخابات میں سرمایہ کاری

کرنے کا کوئی حق نہیں، چنانچہ ۱۵ ہزار روپے خرچ کرنے کی شق کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ خرچ اٹھانا یا توکسی شخص کو کھڑا کرنے والے (PROPOSING CITYZENS) اصحاب کا کام ہے یا انتخابی کمیشن کا کہ وہ نمائندوں کے تعاون کے لیے ٹیلیویژن، ریڈیو، اخبارات اور نشری ذرائع سے انتظام کرے۔ خود امیدوار کو معمولی سا تعارفی لٹریچر شائع کرنے کی اجازت ہے۔ اس میں صرف اپنا تعارف اور صلاحیتیں یا خدمات بیان کی جاسکتی ہیں۔ کسی دوسرے کے خلاف کیچڑ نہیں اچھالا جا سکتا۔ فاضل عدالت نے مرکزی مقامات پر (اور شاید ہر حلقے میں بھی) ایسی اسکریننگ کمیٹیاں قائم کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ جو ریٹائرڈ ججوں، تعلیمی ماہرین، ذی مرتبہ علماء اور دیگر معززین پر مشتمل ہوں۔ ان کے سامنے کسی بھی امیدوار کے متعلق کوئی بھی ووٹر جاکر دعوی کرسکتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں وجہ سے شرعاً نااہل ہے۔

مدیر تکبیر جناب صلاح الدین اور ان کے ایڈووکیٹ جناب خالد اسحٰق، مدیر قومی ڈائجسٹ مجیب الرحمٰن شامی اور مدیر اردو ڈائجسٹ الطاف حسین قریشی کی دائر کردہ درخواست، نیز دوسرے درخواست دہندگان ملک محمد عثمان، حبیب الوہاب خیری، مسز یاسمین رضا، عبدالرب جعفری وغیرہ اور بشیر احمد نوید کی درخواستوں پر کارروائی کرتے ہوئے ان کی اور وکلاء کی مدلل بحثیں سنیں۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ۵ وکلاء اور نمائندے اور پنجاب، بلوچستان اور سندھ سے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پیش ہوئے۔ عدالت نے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ممتاز علماء، یونیورسٹیوں کے پروفیسروں، معروف وکلاء اور دینی اسکالروں کی کثیر تعداد کو خود مدعو کیا۔

وفاقی شرعی عدالت کے فل بنچ میں چیف جسٹس جناب جسٹس گل محمد خان، جسٹس عبادت یار خان، جسٹس سید شجاعت علی قادری، جسٹس مفتخر الدین اور جسٹس فدا محمد خان شامل تھے۔

بنچ کا فیصلہ بلفظ متفقہ ہے۔

اس فیصلے میں صدر پاکستان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۹ء تک قانونِ انتخاب

کو فیصلے کے مطابق تبدیل کر دیں، کیونکہ اس تاریخ کے بعد وہ دفعات کالعدم ہوں گی جن کے بارے میں عدالت نے اپنا فیصلہ دیا ہے۔

علما اور اسلامی حلقوں کے لیے یہ فیصلہ ایک مژدۂ جانفزا ہے، مگر یہ نتیجہ خیز اسی صورت میں ہوگا۔ جب کہ اس کے حق میں رائے عام کو خوب متحرک کیا جائے۔ ہر مسجد میں، ہر دینی اور سیاسی اجتماع میں محبانِ پاکستان کا فرض ہے کہ اس فیصلے کے حق میں قراردادیں پاس کرائیں اور اس کے پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کریں۔

موجودہ لادین جمہوریت کے تحت، ملک کے اضطرابی حالات میں کسی نفع و نقصان کی پروا نہ کرتے ہوئے جن ججوں نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ وہ اس قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ دینِ برحق کی جو خدمت اور پاکستان کے لیے جو بھلائی انہوں نے کی ہے اس پہ مدیر و قارئین ترجمان القرآن کی طرف سے حسنۃ فی الدنیا اور حسنۃ فی الاخرہ کی دعائیں۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

منصورہ کی آبادی میں شامل ایک شریف النفس اور درویش مزاج آدمی یکایک اس دنیا کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ تھے چوہدری محمد اسحٰق سندھو!

عمر ۶۸ برس ہوگی۔ بھینی سندھواں (متصل منہالہ) تحصیل و ضلع لاہور ان کا گاؤں تھا۔ معلمی مشغلہ تھا۔ سنٹرل ماڈل سکول لوئر مال سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں جماعتِ اسلامی سے رابطہ ہوا۔ ۱۹۸۵ء-۱۹۸۲ء میں منصورہ میں تعمیر مکان کے لیے آئے۔ دل کی تکلیف تھی۔ دو مرتبہ دورے پڑ چکے تھے ــــ وہ دن بھر جمعیت طلبہ کے جلسے میں رہے اور شام کو اپنے مہمانوں کو اسٹیشن تک چھوڑنے گئے۔ زیادہ مشقت کے نتیجے میں رات دورہ پڑا اور ۱۵ اکتوبر کو ۲/۱ ۴ بجے صبح جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

مرحوم کی بیوہ اور ان کے صاحبزادگان و دختران کے صدمے میں ہم شریک ہیں۔ خدا سب کو صبر دے اور مرحوم پہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔